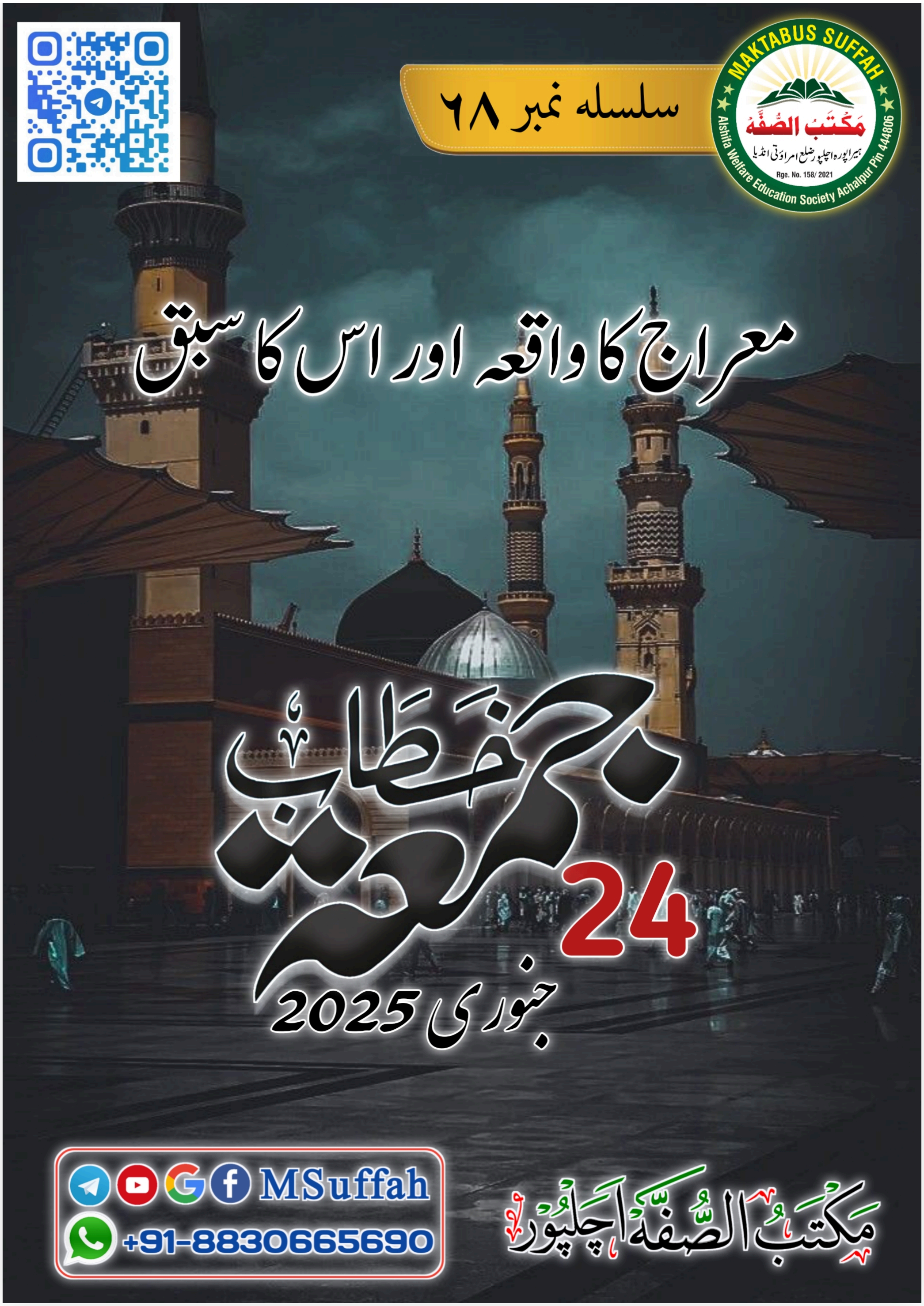

حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب
استاد/ مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاپگڑھ

رجب کے مہینے کو کئی پہلوؤں سے امتیازی مقام اور حیثیت حاصل ہے، روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ مہینہ شروع ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے،، اللھم بارک لنافی رجب وشعبان وبلغنا رمضان،، اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان کو بابرکت بنا اور ماہ رمضان ہم سب کو نصیب فرما۔ گو محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اسلام سے پہلے رجب میں قربانی دی جاتی تھی، جس کو عتیرہ کہا جاتا تھا، اسلام میں بھی یہ قربانی دی جاتی تھی، بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا، سال کے بارہ مہینے میں چار مہینے حرام ہیں یعنی انتہائی محترم ہیں، جن کو قرآن پاک میں اشہر حرم کہا گیا ہے، جس کے اندر جنگ و جدال کی ممانعت تھی، اسلام میں بھی ان مہینوں میں قتال کی ممانعت کی گئی، ان حرام مہینوں میں ایک رجب کا مہینہ بھی ہے، اس مہینے میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور نماز کا یہ تحفہ معراج میں ملا، اس لیے نماز کو مومنوں کی معراج کہا جاتا ہے۔

رجب المرجب کا مہینہ اسلامی تاریخ میں رسول اللہ ﷺ کے واقعہ معراج کے لیے بھی سب زیادہ جانا جاتا ہے۔ مشہور قول کے مطابق یہ واقعہ نبوت کے بارھویں سال اور رجب کی ستائیس تاریخ کو پیش آیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۵۱ سال پانچ ماہ کی تھی، قاضی محمد سلیمان منصور پوری رح نے اپنی کتاب ،،مہر نبوت،، میں تحریر فرمایا ہے۔

اسراء کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں، مسجد حرام (مکہ مکرمہ) سے مسجد اقصیٰ (فلسطین) کا سفر کا تذکرہ سورہ بنی اسرائیل (سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی) میں کیا گیا ہے اس کو اسراء کہتے ہیں اور یہاں سے جو سفر آسمانوں کی طرف ہوا اس کا نام معراج ہے۔ معراج عروج سے نکلا ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں، حدیث میں عرج بی (یعنی مجھ کو چڑھایا گیا) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس لئے اس سفر کا نام معراج ہوگیا۔ اس مقدس واقعہ کو اسراء اور معراج دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس واقعہ کا ذکر سورۂ نجم کی آیات میں بھی ہے۔ (ثم دنی فتدلیٰ، فکان قاب قوسین اوادنیٰ، فاوحیٰ الی عبدہ مااوحیٰ) پھر وہ قریب آیا اور جھک پڑا یہاں تک کہ وہ دو کمانوں کے فاصلہ کے برابر آگیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک، اس طرح اللہ کو اپنے بندہ پر جو وحی نازل فرمانی تھی وہ فرمائی۔

اور سورۂ نجم کی آیات ۱۳ تا ۱۸ میں وضاحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں۔ لقد رآہ نزلۃ اخریٰ الاخ اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اس (فرشتہ یعنی جبرئیل علیہ السلام) کو ایک مرتبہ دیکھا ہے۔ اس بیری کے درخت کے پاس جس کا نام سدرۃ المنتھیٰ ہے۔ اس کے پاس جنت الماویٰ ہے، اس وقت بیری کے درخت پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں، جو بھی اس پر چھائی ہوئی تھی، (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) آنکھ نہ تو چکرائی اور نہ حد سے آگے بڑھی، سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا۔

احادیث متواترہ سے ثابت ہے یعنی صحابہ تابعین اور تبع تابعین کی ایک بڑی تعداد سے اسراء و معراج کے تعلق سے احادیث مروی ہیں۔

تاریخ انسانی کا یہ سب سے لمبا سفر ہے۔ اس واقعہ کی معنویت پر ہزاروں صفحات لکھے گئے ہیں اور اس سے مستفاد عبر و موعظت کے بے شمار پہلو کو مفسرین، محدثین اور علماء ربانی لکھے ہیں۔ تاریخ کے اس عجیب و غریب اور بے مثال واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس عظیم الشان اور حیرت انگیز واقعہ کی تفصیلات سے واقف ہوں اور گناہوں سے پرہیز کریں جن کے ارتکاب کرنے والوں کا برا انجام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر امت کے سامنے بیان کیا۔

اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ حطیم کعبہ میں یا حضرت ام ہانیؓ کے گھر پر آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور نیند سے بیدار کیا، سینۂ مبارک کو چاک کیا، آب زمزم سے دھویا اور ایمان و حکمت سے بھرا ہوا سونے کا ایک طشت سینۂ مبارک میں انڈیل دیا۔ ان کے ساتھ ''براق'' نامی ایک تیز رفتار سواری بھی تھی، اس سواری سے آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے، وہاں تمام انبیاءؑ انتظار فرما رہے تھے، آپ کے تشریف لاتے ہی صف بن گئی اور آپ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی گئی۔

یہاں سے سفر کا دوسرا مرحلہ شروع ہوا، اور آپ ﷺ حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ آسمان کی طرف تشریف لے گئے۔ جب پہلے آسمان پر پہنچے تو دروازہ بند تھا، فرشتوں نے پوچھا: کون؟ حضرت جبرئیلؑ نے اپنا نام بتایا، پھر پوچھا گیا: تمھارے ساتھ کون ہیں؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا: محمد (ﷺ)! پھر پوچھا گیا: کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا گیا: ہاں! پھر دروازہ کھلا، آپ ﷺ حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ اندر داخل ہوئے، یہی بات ہر آسمان پر پیش آئی۔

پہلے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت آدمؑ سے ہوئی۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ، تیسرے پر حضرت یوسفؑ، چوتھے پر حضرت ادریسؑ، پانچویں پر حضرت ہارونؑ، چھٹے پر حضرت موسیٰؑ اور ساتویں پر حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی، آپ ﷺ نے ساتویں آسمان پر ''بیت المعمور'' دیکھا، جس کا ہر دن ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں۔

پھر اللہ کے رسول ﷺ کو جنت کی سیر کرائی گئی، آگے بڑھ کر آپ ﷺ ''سدرۃ المنتھیٰ'' پہنچے جس سے آگے فرشتے بھی نہیں جاسکتے۔ حضرت جبرئیلؑ یہیں رُک گئے؛ لیکن آپ ﷺ اس سے بھی آگے بلائے گئے، جہاں اللہ تعالی نے اپنے نبی سے بلاواسطہ (Direct) بات کی۔ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں نازل ہوئیں اور پچاس نمازوں کا تحفہ دیا گیا۔ جب آپ ﷺ واپس ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ان کو پچاس نمازوں کے فرض ہونے کے بارے میں معلوم ہوا، تو بنی اسرائیل کے تلخ تجربہ کی روشنی میں انھوں نے مشورہ دیا کہ اللہ سے اس میں کمی کی درخواست کی جائے۔ آپ ﷺ بار بار کمی کی درخواست فرماتے رہے اور نمازیں کم کی جاتی رہیں، یہاں تک کہ پانچ رہ گئیں؛ لیکن یہ خوش خبری سنائی گئی کہ ثواب پچاس نمازوں ہی کا ملے گا۔

اتنا لمبا سفر چند لمحوں میں اللہ نے کرایا: آسمانوں کی سیر ہوئی۔ انبیاء سے ملاقات ہوئی۔ جنت و دوزخ کے مناظر دیکھے۔ اللہ سے بات ہوئی اور نماز کا تحفہ لے کر واپس آئے۔۔۔ یہ سب کچھ صرف چند لمحوں میں ہوا۔ جو لوگ غیبی نظام پر یقین نہیں رکھتے تھے، اور خدا کی قدرت کو اپنی قدرت جیسا سمجھتے تھے، انھیں ان باتوں پر یقین ہی نہ آتا تھا، وہ مذاق اڑاتے، جھٹلاتے۔ لوگوں نے سوچا کہ یہی موقع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سچے دوست حضرت ابو بکرؓ کو بہکا دیا جائے، چنانچہ مکہ والوں نے حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ وہ راتوں رات بیت المقدس؛ بلکہ آسمان سے ہو کر آیا ہے تو یہ بھی کوئی ماننے والی بات ہوگی؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ کہنے والوں نے کہا: محمد (ﷺ) آج یہی دعوی کر رہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اگر آپ ﷺ کہتے ہیں تو سچ کہتے ہیں۔ میں نے کبھی فرشتہ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا؛ لیکن میں اس بات کو مانتا ہوں کہ آپ ﷺ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے، تو آخر اس بات کو کیوں نہ مانوں؟ اسی موقع پر حضرت ابو بکرؓ کو ''صدیق'' کا خطاب ملا۔

یہ واقعہ کن حالات میں پیش آیا؟

مکی زندگی میں ظاہری طور پر آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب اور بیوی ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کو بڑا سہارا تھا۔ حضرت ابو طالب کی وجہ سے آپ ﷺ کو اپنے قبیلے بنو ہاشم کی تائید اور سپورٹ (Support) حاصل تھا، اور حضرت خدیجہؓ چوں کہ مکہ کی ایک مالدار اور معزز خاتون تھیں، اس لیے مکہ کے مشرکین بھی ان کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے سوچتے تھے۔ جب حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوگئی تو یہ ظاہری اسباب ٹوٹ گئے، اور مکہ والے آپ ﷺ کو کھل کر ستانے لگے، تو اب ان کے حالات سے بددل ہو کر آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے کہ شاید انھیں ایمان کی توفیق ہو جائے؛ لیکن وہ مکہ والوں سے بھی زیادہ سخت دل ثابت ہوئے۔ انھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ایسا بُرا سلوک کیا، جس نے مکہ والوں کی زیادتی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ غرض کہ مصیبتوں، آزمائشوں اور پریشانیوں کی جب حد ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ کو ڈھارس بندھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو معراج کا شرف بخشا گیا۔

دو اہم سبق :

(۱) اس واقعہ میں ایک بڑا سبق ہے عقل کے پجاریوں کے لیے کہ جب کوئی بات قرآن وحدیث سے ثابت ہو تو خواہ عقل اسے قبول کرے نہ کرے، مومن کو اسے قبول کرنا چاہیے؛ کیونکہ آنکھیں غلط دیکھ سکتی ہیں، کان غلط سن سکتے ہیں، ذائقہ غلطی کر سکتا ہے، اور انسان کی عقل قدم قدم پر ٹھوکر کھا سکتی ہے؛ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ اپنی معمولی سی عقل کی ترازو میں خدا کی زبردست قدرت کو تولنا ایسا ہی ہے جیسے رائی کو پہاڑ سے تولنا اور قطرے کو سمندر سے وزن کرنا۔

(۲) موجودہ دور میں بھی مکی زندگی کی طرح پوری دنیا کے مسلمانوں پر گھیرا تنگ کیا جارہا ہے۔ انھیں خوفزدہ کیا جارہا ہے۔ ان کے حوصلہ کو للکارا جارہا ہے؛ لیکن معراج کا واقعہ سخت حالات میں مسلمانوں کی ڈھارس بندھاتا ہے کہ وہ مصیبت اور مایوس کر دینے والے حالات کی وجہ سے حوصلہ نہ ہاریں؛ بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ اس طرح کے واقعات سے ان کا ایمان اور مضبوط ہو جائے اور ان کے یقین میں اضافہ ہو جائے۔ اس لیے کہ جس طرح رات کے اندھیرے کے بعد صبح کا اجالا پھیلتا ہے اور جیسے سخت گرمی کے بعد رحمت کی بارش ہوتی ہے، اسی طرح سخت حالات کے بعد اچھے حالات آتے ہیں اور حق کا چراغ پہلے سے اور تیز ہو جاتا ہے۔

اسراء و معراج کا سفر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عظیم اور حیرت انگیز معجزہ ہے جس پر عقل انسانی آج بھی دنگ اور حیران ہے۔ تاریخ انسانی کا یہ سب سے طویل اور حیران کن سفر ہے سائنس اور انسانی عقلیں ابھی اس کے عشر عشیر کے عشر عشیر تک نہیں پہنچ سکی ہیں۔ انتہائی کم وقت میں مسجد حرام سے بیت المقدس اور وہاں سے پھر آسمانی سفر سدرۃ المنتھی تک کی لمبی مسافت طے ہو جاتی ہے جس کا تذکرہ سورۂ بنی اسرائیل اور سورہ نجم میں موجود ہے۔ معراج کا یہ واقعہ پوری تاریخ انسانی کا ایک ایسا عظیم، مبارک اور بے نظیر معجزہ ہے جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے، خالق کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دے کر اور اپنا مہمان بنا کر وہ شرف عظیم عطا کیا، جو نہ کسی انسان کو کبھی حاصل ہوا اور نہ کسی مقرب ترین فرشتہ کو۔ اللہ تعالٰی نے معراج کی

رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مہمان کے شایانِ شان تحفہ اور ہدیہ نماز کی شکل میں دیا۔ دنیا میں بھی لوگوں کا دستور اور قاعدہ ہے کہ جب آنے جانے والا کسی کے گھر جائے تو لوگ کوئی نہ کوئی تحفہ دیتے ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قاب قوسین سے زیادہ قریب ہوگئے تو اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو نماز کا مبارک تحفہ دیا۔ نماز ایمان والوں کے لئے بارگاہ خداوندی کا ایک عظیم تحفہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے طفیل مسلمانوں کو عطا کیا گیا۔ اگر ایمان والے اس تحفہ کی قدر کر لیتے اور آپ کے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو اپنی ٹھنڈک بنا لیتے تو آج امت کو یہ زوال، پستی نکبت، بدحالی اور رسوائی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔

جب اسلام کی سخت اور پر خطر زندگی کا باب ختم ہونے کو تھا۔ (جب شعب ابی طالب کا مشکل و دشوار مرحلہ اور طائف کا کٹھن اور پیچیدہ دعوتی سفر بھی پورا ہوگیا) اور ہجرت کے بعد اطمنان و سکون کے ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا تو وہ شب مبارک آئی اور وہ ساعت ہمایوں آئی جس کو تاریخ انسانیت اسراء و معراج کہتی ہے۔ معراج کا واقعہ ہم مسلمانوں کو یہ پیغام دیتا ہے کہ اگر مسلمان صبر و استقامت عزم و ہمت سے کام لیں اپنے فرضی منصبی کو صحیح طور پر انجام دیں اور دعوت دین کو لوگوں تک دعوت و تبلیغ کی شرطوں اور تقاضوں کے ساتھ پہنچائیں تو ابھی جو دنیا میں مسلمانوں کی حالت ہے اور خاص طور پر ہندوستان میں میں جن مہیب اور مشکل حالات سے مسلمان گزر رہے ہیں یہ حالات ختم ہوجائیں اور پھر مسلمانوں کے لئے کوئی ساعت ہمایوں اور شب مبارک آجائے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی رح نے واقعہ معراج کے حوالہ سے نکتہ کی دو باتیں لکھی ہیں۔ قارئین اسے بھی ملاحظہ فرمائیں مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

جس چیز کو ایک طرف سے دباؤ گے تو دوسری طرف اس کا ابھرنا ناگزیر ہے، آخر جو نیچے سے دبایا گیا اور مسلسل نہایت بیدردیوں سے دبایا گیا اور وہ دبتا ہی چلا گیا، کس قدر عجیب بات ہے کہ لوگ اسی کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ ۰۰ معراج ۰۰ میں اوپر کی طرف کس طرح چڑھا، کیوں چڑھتا گیا، آخر حد درجہ نیچے دبایا گیا اسے حد درجہ اوپر ابھرنا ہی چاہیے تھا، اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

معراج کے موقع پر آسمانی سیر میں پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام، دوسرے پر عیسی علیہ السلام و یحی علیہ السلام، تیسرے پر ادریس علیہ السلام، چوتھے پر حضرت ہارون علیہ السلام، پانچویں پر یوسف علیہ السلام، چھٹے پر موسی علیہ السلام اور ساتویں پر ابراہیم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔ ہزارہا پیغمبروں میں سے کل سات پیغمبروں اور ان میں بھی حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر معمار کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کیوں ختم ہوگئی؟ اگر غور کیا جائے تو نکتہ کی بات سمجھ میں یہ آتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جس طرح اپنے وطن جنت سے نکل کر دنیا کی ہجرت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ (وطن) سے نکل کر مدینہ پہنچے، مدینہ میں یہودی فتنے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح گھیرا جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام و حضرت یحیی علیہ السلام ان میں گھرے، حضرت ادریس علیہ السلام کتابت کے موجد تھے، غزوۂ بدر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں نوشت و خواند کو مروج کیا حتی کہ ہر قیدی سے دس بچوں کو لکھنا سکھا دینا فدیہ مقرر ہوا۔ پیغمبروں میں حضرت ادریس علیہ السلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کے نام خطوط روانہ کئے، آگے جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل میں ہر دلعزیز تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ میں محبوب تھے۔ پھر جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے وطن ثانوی مصر میں جو اقتدار حاصل ہوا وہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دور ہجرت مدینہ منورہ میں چند سالوں کے بعد حاصل ہوگیا۔ پھر جس طرح حضرت موسی علیہ السلام نے اپنے وطن فلسطین پر مصر سے حملہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وطن مکہ مکرمہ پر حملہ کیا اور اس کو مشرکوں کے اقتدار سے آزاد کرایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بانی کعبہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ پر قبضہ کرکے پھر اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مسجد بنا دیا اور اسی پر زندگی ختم ہوگئی (النبی الخاتم)

مکتب الصفہ: دینی تعلیمی ادارہ

مقصد: نئی نسل کے ایمان کا تحفظ

Maktabus Suffah ®

👇🔻👇🔻👇🔻👇

www.MSuffah.com

https://telegram.me/MSuffah

https://youtube.com/@msuffah